حدود کے معاملات میں اصولِ شبہ اور اس کے قواعد

جناب ابوزہرہ/ترجمہ: ڈاکٹر احمد حسن

(دوسری قسط)

اثبات جرم میں تاخیر شبہ ہے:

حنفی فقہاء اور بعض دیگر فقہائے عراق نے یہ کہا ہے کہ اثبات جرم میں تاخیر شبہ ہے، اس وجہ سے اگر ایک معلوم مدت تک ثبوت میں تاخیر ہوجائے تو بعض حدود ساقط ہوجاتی ہیں۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کافی وقت گزر جانے کے بعد (تقادم) شہادت کی اجازت نہ دی جائے۔ یعنی اتنا وقت گزر جائے کہ مدعی یا گواہ کے لئے محسوس طور پر یہ ممکن تھا کہ وہ عدالت میں پیش ہوتا۔ تاہم اس معاملے میں فقہاء کے یہاں بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔

کمال الدین ابن الہمام نے فقہاء کے ان اختلافی اقوال کو مختصراً چار قسموں میں بیان کیا ہے:

اول: یہ تمام حدود میں ایک معلوم مدت گزر جانے کے بعد، یعنی جس مدت کے دوران گواہ کیلئے عدالت میں پیش ہوکر گواہی دینا ممکن تھا، گواہ گواہی دیں تو ایسی شہادت رد کردی جائے گی۔ البتہ سوائے حد خمر کے تقادم کے بعد بھی اقرار قبول ہوگا۔ یہ محمد بن الحسن شیبانی کی رائے ہے یہ شہادت کے رد کرنے اور شراب کے علاوہ دوسرے جرائم میں اقرار قبول کرنے پر قائم ہے۔

دوم: یہ کہ شہادت رد کردی جائے اور اقرار بشمول حد شراب نوشی قبول ہوگا۔ یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی رائے ہے۔ اس لئے کہ اقرار میں شبہ کی گنجائش نہیں اور تاخیر سے ثبوت پیش کرنے میں اس کی قدر و قیمت میں کوئی کمی نہیں آتی، کیونکہ اقرار تردد (غور وفکر) کے بعد ہوتا ہے۔ اس کے بعد اقدام (پیش قدمی) ہوتا ہے۔

سوم: یہ کہ شہادت اور اقرار میں تاخیر ان کو قبول کرنے سے مانع نہیں، کیونکہ اس میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ سچی بات کا دیر سے کہنا اس کے باطل ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ جمہور فقہاء کی رائے ہے جن میں امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد شامل ہیں۔

چہارم: یہ کہ اقرار وشہادت میں تاخیر تمام جرائم حدود، سرقہ، زنا، شراب، کے جملہ حالت میں اثبات جرم میں شبہ سمجھی جائے گی۔

البتہ قذف کا خاص حکم ہے، جس پر سب کا اتفاق ہے، تاخیر میں اثر انداز نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں بندہ کا حق ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد کے نزدیک شہادت اور اقرار میں تاخیر سے شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے دلیل کے بموجب حکم واجب ہوگا۔ اگر چہ ثبوت دیر میں پیش کیا گیا ہو۔

اس رائے کی بنیاد دو دلیلوں پر ہے:

اول: ایسے امور میں شہادت یا اقرار جو موجب حق ہوں، اس شہادت یا اقرار کی طرح ہے جو موجب حق نہ ہوں۔ خواہ وہ مال ہو یا خون (جان)۔ جیسے ان حقوق میں تاخیر اثبات جرم کو ساقط نہیں کرتی، اسی طرح یہاں بھی اس کو ساقط نہیں کرے گی۔

دوم: قبول شہادت اور قبول اقرار کی بنیاد صداقت پر ہے۔ اس لئے تاخیر اس وقت تک ان پر اثر انداز نہ ہوگی جب تک گواہ عادل ہوں اور اقرار کرنے والا ذمہ دار اور مکلّف ہو۔ اور یہ بات درست نہیں کہ محض تاخیر کا الزام فرض کر کے شہادت رد کردی جائے۔ اس لئے کہ عادل کی شہادت اور عاقل کا اقرار صرف اس صورت میں رد کیے جاسکتے ہیں۔ جب اس کی بنیاد ایسی یقینی امور پر ہو جو عدالت کو مجروح کرتے ہوں ان کی بنیاد فرضی امور پر نہ ہو۔ (اس لئے محض تاخیر کے مفروضہ پر شہادت یا اقرار کو رد نہیں کیا جائے گا)۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ رائے (نظریہ) صداقت کی دلیل پر قائم ہے اور ظاہری اقوال پر اس کی نگاہ ہے۔ اسباب ومحرکات اس مسئلے میں اس کی نظر میں نا قابل اتفاق ہیں۔ گواہ کے ایک مدت تک خاموش رہنے اور پھر اچانک گواہی دینے کے محرک یا سبب کی طرف اس نے کوئی اتفاق نہیں کیا پھر اس کی نگاہ معاشرہ کی حمایت پر ہے، نہ کہ اس مشتبہ ملزم کی حمایت پر۔ جب تک اس کے ثبوت میں کوئی دلیل موجود نہ ہو، محض کسی فرضی دلیل کی وہ قائل نہیں۔ یہ مفروضہ کے گواہ ایک مدت تک خاموش رہے، پھر کسی کینہ وعداوت کی وجہ سے انہوں نے عدالت میں حاضر ہو کر شہادت دے دی، تو اس مفروضہ کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے، تا کہ اس کی رو سے شہادت کو رد کیا جاسکے۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

یہ ان لوگوں کا نظریہ ہے جو تاخیر میں شبہ کے ثبوت کو ساقط نہیں کرتے۔ اس کے مقابلہ میں دوسرا نظریہ بھی ہے، جو ادائے شہادت میں تاخیر کے سبب شہادت کو ساقط کر دیتا ہے، اور اس کو اثبات جرم میں شبہ سمجھتا ہے، اور اقرار میں تاخیر کو شبہ نہیں سمجھتا، ان کی دلیل دو حصوں پر قائم ہے۔ ایک وہ حصہ ہے جس میں شہادت اور اقرار کے درمیان فرق کیا گیا ہے اور اقرار میں تاخیر کو ثبوت جرم میں شبہ نہیں ہے کہ شہادت اللہ کے حکم کی تعمیل میں اللہ کی رضا کیلئے دی جاتی ہے اور پردہ پوشی بھی جانب اللہ مطلوب ہے۔ اس لئے گواہ سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ آیا اسے گواہی دینا چاہئے تاکہ فساد دور ہو، نیکی قائم ہو اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود نافذ ہوں یا گواہی نہیں دینا چاہئے کیونکہ دوسری طرف وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ اس کی پردہ پوشی کریگا۔ نیز یہ کہ قران مجید میں بے حیائی پھیلانے سے منع کیا گیا ہے ارشاد باری ہے:

”ان الذین یحبون ان تشیع الفا حشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ،، (۷)

یعنی جو لوگ یہ پسند کرتے ہوں کہ مسلمانوں کے درمیان بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک سزا ہے۔

اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ان دونوں فرائض کا موازنہ کرے، اور ان میں یہ غور کرے کہ دونوں میں سے زیادہ نفع مند کون سا ہے۔ گواہی دینا یا ستر پوشی کرنا۔ بعض اوقات مجرم کا تعلق ایسے گروہ سے ہے جو جرم و شرارت کے عادی ہوتے ہیں، اس میں وہ لذت محسوس کرتے ہیں، اور لوگوں کے درمیان اس حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ کی حد ان پر جاری ہو۔ تو ان حالات میں تو اس کا فرض ہے کہ وہ گواہی دے۔ تاکہ جو لوگ فتنہ وفساد کے لئے مشہور ہیں ان کا موثر دفیعہ ہو سکے۔

اور کبھی مرتکب جرم کا لوگوں کے درمیان ایک مقام ہوتا ہے۔ وہ شہرت و مرتبہ کا مالک ہوتا ہے۔ گھٹیا درجے کے کاموں میں مشہور نہیں ہوتا۔ تاہم اس سے بھی کبھی لغزش ہو جاتی ہے اس لئے اس کی لغزش سے درگذر کرنا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی ہے کہ اگر اس کی اس بدکاری کو منظر پر لایا جائے تو ان لوگوں کے لئے ارتکاب جرم کا راستہ آسان کرتا ہے جن کو ان کے نفس کے لئے پہلے ہی بھکا رکھا ہے اور وہ اس کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

گواہ کو ان دو نظریوں کے درمیان اختیار ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور معاشرہ دونوں کے حق کا امین ہے۔ اگر وہ پیش قدمی کرتا ہے تو یہ ایک شریر گناہ کے مرتکب شخص سے معاشرہ کو بچانے کے لئے ہوگا۔ اگر وہ پیش کر کے پیچھے ہٹ جاتا ہے تو یہ ایسے شخص کی لغزش سے درگذر کرنے کو ترجیح دینا ہے، جو دین میں استقامت کے لئے مشہور تھا، لیکن اتفاق سے اس سے لغزش ہوگی۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ ان دونوں نظریوں میں سے ایک نظریہ کو فوری طور پر اختیار کرے اگر وہ ایک عرصہ تک اس میں دیر کرے اور اس اثناء میں اس کو کوئی عذر شرعی بھی نہ ہو، پھر وہ گواہی کے لئے پیش قدمی کرے تو اس کی اس پیش قدمی پر اس کی عداوت و کینہ کا گمان کیا جائے گا۔ ایسے وقت میں جب اس کو فوراً گواہی دینی چاہئے تھی، انفرادی فرض کی ادائیگی سے اس کے سکوت نے اسے قابل الزام بنا دیا۔ امام محمد سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جن گواہوں نے کسی حد کے بارے میں گواہی دی اور وہ گواہی انہوں نے اس وقت نہیں دی جب وہ واقعہ پیش آیا تھا تو انہوں نے یہ گواہی محض کینہ کی بناء پر دی، ان کی یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ مختصر یہ کہ سکوت کینہ یا فسق کے شبہ سے خالی نہیں ہے۔ دھوکے یا کینہ کا مقام گمان یا امکان (مظنہ) اثبات جرم میں شبہ پیدا کرنے کے لئے کافی ہے۔

جب گواہوں پر اس قسم کے الزام ہوں تو ان کی گواہی فی نفسہ بھی قبول نہیں کی جاسکتی اور اس دلیل کو شبہ کی دلیل پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فریق مخالف (خصم) اور اس کی گواہی جس کے بارے میں شبہ ہو یعنی مشکوک ہو، (ظنین) قبول نہیں کی جائے گی۔

اس نظریہ کے حاملین نے جمہور فقہاء کی اس دلیل کو رد کیا ہے کہ گواہوں کی صفت عدالت (نیک کردار) ایک ثابت شدہ عمر ہے۔ یہ ایک ثابت شدہ عمر سے ہی باطل قرار دیا جاسکتا ہے، محض ظن کی بنا پر نہیں۔ اس کے جواب میں فریق مخالف کی دلیل یہ ہے کہ حدود کسی شبہ یا تہمت (الزام) کی عدم موجودگی کی بنا پر جاری کی جاتی ہیں۔ اس مسئلے میں تہمت (الزام) ایک باطنی و مخفی چیز ہے۔ اور باطنی و مخفی امور کا اگرچہ ثابت شدہ امور کے موجودگی میں اعتبار نہیں ہوتا، لیکن حدود کے معاملہ میں ان کے اعتبار کو لغو یا باطل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اس کی دلالت کے لئے ایسے امور بھی کافی ہیں جن کے وجود کا امکان یا گمان ثابت ہو (یعنی فی نفسہ وہ ثابت نہ ہوں) اس کے لئے ایک خاص مدت مقرر تھی۔ جس کو گواہوں نے گزار

دیا اور اس میں گواہی نہ دی۔ یہ بات اس باطنی اور مخفی امر کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ اس شبہ کو پیدا کرنے کے لئے کافی ہے جو حد کو ساقط کر دیتا ہے۔ زیلعی نے کنز الدقائق کی شرح تبیین الحقائق میں کہا ہے:

''والحکم یدار علی کونه حق الله تعالیٰ فلو تعتبر فی کل فرد من افراده اذا تهمه امر باطن لا یوقف علیه یکتفی بالصورة لان الحد یسقط بصورة الشبهة،،

یعنی حکم کا دارومدار اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس لئے اس کے افراد میں سے ہر فرد پر تہمت معتبر نہیں ہوگی، کیونکہ تہمت ایک باطنی چیز ہے اس سے واقفیت ممکن نہیں۔ اس لئے ظاہر پر اکتفا کرنا ہوگا، کیونکہ حد صورت شبہ یعنی ظاہری شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔

جو لوگ شہادت میں تاخیر کو شبہ تسلیم کرتے ہیں وہ حدود کی شہادت کو اقوال (عقود) کی شہادت پر قیاس کرتے ہیں۔ قیاس کی صورت میں ان کی دلیل یہ ہے کہ شہادت کی حیثیت سے دونوں واقعے برابر ہیں اور شہادت میں تاخیر اس کی سماعت کو نہیں روکتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلے میں حدود کی شہادت کو عقود و ملاقات کی شہادت پر قیاس کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں موضوع یعنی فاسق کی ادائے شہادت کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایک گواہ سے گواہی دینے کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اس میں تاخیر کرے تو اس کو فاسق سمجھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولا تکتموا الشهادة ط ومن یکتمها فانه آثم قلبه ط (۸)

یعنی اور تم گواہی کو مت چھپاؤ، جو شخص گواہی کو چھپائے گا وہ دل سے گنہگار ہوگا۔

جب اس تاخیر کے سبب سے وہ فاسق ہو تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ اور ان کی دوسری دلیل کو تسلیم کر لیا جائے گا کہ حقوق العباد میں تاخیر سے شہادت جب بھی دی جائے قابل سماعت ہے، تو اس صورت میں بھی قیاس درست نہیں ہے، کیونکہ حقوق العباد شبہات سے ساقط نہیں ہوتے۔ اس کے برخلاف حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کے جس حد تک ممکن ہو حدود کو شبہات سے ہٹا دو (ساقط کر دو) اس لئے سرقہ کے معاملے میں اگر گواہوں نے دیر سے گواہی دی، اور قاضی نے اس کی گواہی قبول کر لی، تو اس کا اثر صرف مال کی واپسی کے ثبوت تک ہوگا، اجرائے حد میں نہیں۔ کیونکہ وہ شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں۔

☆امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی☆

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سرقہ، زنا اور شراب نوشی کی حدود تاخیر سے گواہی دینے کہ سبب ساقط ہوجاتی ہے۔ لیکن اقرار سے یہ جرائم کسی وقت بھی ثابت ہوسکتے ہیں، اور ان پر حدود جاری کی جاسکتی ہیں۔ اس میں تاخیر سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کینہ وعداوت کے گمان کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ وہ شخص خود اپنے بارے میں خبر دے رہا ہے۔ اور کوئی دوسرا خبر دینے والا اس پر کوئی تہمت نہیں لگا رہا کہ اس نے کوئی ایسا کام کیا ہے۔ بالخصوص ایسی صورت میں جب اقرار اس کو ایک سنگین سزا تک پہنچا دے۔ اس لئے تہمت کے گمان کا موقع (مظنہ) یہاں موجود نہیں ہے۔ لہٰذا شبہ بھی اس کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

یہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کی رائے ہے۔ امام محمد کہتے ہیں کہ اگر تاخیر سے شراب نوشی کا اقرار کرے تو اس اقرار کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ شراب نوشی کی حد میں صرف ایک ہی صورت میں فقہاء کا اتفاق اور وہ یہ ہے کہ شراب پینے والے شخص کو اس وقت گرفتار کیا جائے جب شراب کی بدبو اس کے منہ سے آرہی ہو، اس کے علاوہ شراب نوشی کی حد قرآن مجید سے بھی ثابت نہیں ہے۔ بلکہ یہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اور ان کا اجماع اسی صورت میں ہے۔ مگر جب شراب کی بو اس کے منہ سے زائل ہوگئی تو اب اس پر حد جاری کرنے پر ان کا اجماع نہیں رہا، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے شراب نوشی کی حد جاری کرنے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ شراب پینے والے کو اس وقت لایا جائے جب اس پر شراب کا اثر موجود ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تاخیر کی صورت میں اس کی عقل وجسم دونوں پر ہر طرح کا اثر زائل ہوجائے گا۔

تاخیر سے شہادت دینے کی صورت میں حد شبہ کے سبب ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ درست نہ ہوگا کہ فقیہ وقاضی ابن ابی لیلیٰ کی رائے کا ذکر کئے بغیر ہم اس موضوع کو چھوڑ دیں۔ ان کے نزدیک تاخیر حدود کو ساقط کر دیتی ہے، خواہ طریق اثبات اقرار ہو یا ثبوت (شہادت وغیرہ)۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ سزائیں مجرموں کی تنبیہ، جرم سے ان کو روکنے اور ڈرانے کے لئے ہیں۔ اور ان کا فائدہ اس وقت ہے جب یہ وقوع پذیر ہوں۔ تاخیر سے تو ان جرائم کو ان سزاؤں سے روکنے کا مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا غالب گمان ہے کہ مجرم اس وقت تک توبہ کر چکا ہو اور نفس کو پاک کرنے کے لئے اس کے اقرار سے توبہ کا گمان ہوتا ہے۔ توبہ کے گمان کے بعد سزا کا اجراء ایسے شخص پر ہوگا جو گناہوں سے پاک ہو چکا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے خالص توبہ کر چکا ہے۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

اس رائے کا بھی فقہ میں ایک مقام ہے۔ بعض فقہاء نے یہ بات بھی ثابت کی ہے کہ توبہ اجرائے حد کے لئے مانع ہے۔

فیصلہ کے نفاذ میں تاخیر اور اس کا اثر:

اثبات اور فیصلہ صادر ہونے کے بعد اجرائے حد میں اگر تاخیر ہو تو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی رائے یہ ہے کہ نفاذ حکم میں تاخیر اجرائے حد کے لئے مانع ہے۔ لیکن امام زفر، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اس رائے کے مخالف ہیں۔ ان کے نزدیک تاخیر تنفیذ سے حد ساقط نہیں ہوتی۔ فتح القدیر میں ہے: حدود میں مقدمہ دائر کرنے کی مقررہ مدت یا عرصۂ دراز (تقادم) گزرنے کے بعد تاخیر یا عرصہ دراز گزرنے سے حد جاری نہیں کی جاتی۔ لیکن امام زفر کا اس میں اختلاف ہے اگر اجرائے حد اور کچھ ضربوں کے بعد کوئی مجرم بھاگ کھڑا ہوا، پھر ایک زمانہ گزرنے کے بعد اس کو گرفتار کیا گیا تو دوبارہ اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ یہ امام زفر اور باقی ائمہ کا قول ہے۔

زنا اور حد سرقہ کے اجراء میں تاخیر سے سقوط حد کے بارے میں فقہ میں دو نظریے ہیں۔ جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ حد ساقط نہیں ہوگی، اس کا سبب یہ ہے کہ حد کا وجود اور ثبوت فیصلہ سے ہوتا ہے، اور اس کے اجراء کو روکنے کا کسی کو اختیار نہیں۔ اس کے نفاذ میں تاخیر حدود کو وقتی طور پر معطل کرنا سمجھا جائے گا، اور یہ لازم ہوگا کہ اس کے اجراء میں جلدی کی جائے اور تعطل کو روکا جائے۔ اور جب ایسا حاکم آجائے جس کو تنفیذ حد کے اختیارات ہوں، اور یہ حد اسی زمانے سے معطل ہو اس کے اجراء کا حکم دلائے تو اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ کسی معصیت و گناہ سے حد کے نفاذ کو وقتی طور پر روکے رکھنا حد کو مکمل طور پر معطل کرنے کے لئے وجہ جواز فراہم نہیں کرتا۔ اگر کوئی مجرم اجرائے حد کے دوران بھاگ کھڑا ہو تو یہ کوئی عذر شمار نہیں ہوگا۔ اور اس صورت میں اجرام کا ارتکاب کرنے والوں کے ذہن نفاذ حد سے فرار کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے ڈھونڈیں گے جس سے حد جاری نہ ہو سکے۔ اگر حد کی قدر و قیمت ہٹانے کی یہی کیفیت رہی تو پھر ظالم حاکموں کے لئے یہ آسان ہو جائے گا کہ وہ فقہی احکام کی رو سے ہی حدود کو ساقط کر دیں۔

یہ ان لوگوں کے دلائل ہیں جو نفاذ حد میں تاخیر کو اسقاط حد کا سبب نہیں سمجھتے۔ فیصلہ کے

(فقہ المعاملات پر اپنی نوعیت کا پہلا علمی و تحقیقی مجلّہ آپ کے ہاتھ میں ہے)

بعد نفاذ فیصلہ کی حد میں تاخیر سے حد ساقط کرنے کے بارے میں حنفی فقہاء کے دلائل یہ ہیں۔ قاضی کا فیصلہ شہادت اور مشمول (مضمون) شہادت کے نفاذ کا نام ہے۔ لیکن گواہوں کو اجرائے حد کا اختیار نہیں ہوتا، بلکہ اس کا اختیار حاکم یا اس کے نائب کو ہوتا ہے۔ سزا کے نافذ کرنے کے بارے میں وہ معاشرہ کی طرف سے نائب یا نمائندہ ہوتا ہے اور گواہ بھی اللہ کے لئے گواہی دینے کے بارے میں معاشرہ کا نائب یا نمائندہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ فیصلہ میں دو نیابتیں ہوئیں۔ تنفیذ حق میں حاکم کی نیابت، اور گواہی دینے میں گواہوں کی نیابت۔ اور یہ دونوں نیابتیں یا نمائندگیاں معاشرہ کی طرف سے ہیں۔ اور ان میں ہر ایک دوسری کی تکمیل کرتی ہیں۔ تنفیذ کے معاملے میں معاشرہ کی طرف سے نیابت کی تکمیل کرتی ہے۔ ان دونوں کے درمیان تعلق بڑا مضبوط ہے۔ ان میں سے ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

جب شہادت اور اس کی تنفیذ کے درمیان اتنا مضبوط رشتہ ہے تو جو چیز ایک کے لئے ثابت نہیں ہوگی وہ دوسرے کے لئے بھی ثابت نہیں ہوگی، جب تاخیر سماعت کے لئے مانع ہے۔ جو فیصلہ کا رکن اور اساس ہے، اور تنفیذ میں تاخیر یقیناً تنفیذ پر بھی اثر انداز ہوگی، جیسے وہ شہادت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

شہادت اور فیصلہ کے درمیان جو ایک مضبوط تعلق ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ تنفیذ حد تک یہ تعلق جاری اور باقی رہتا ہے۔ مثلاً اگر گواہ اجرائے حد سے پہلے ادائے شہادت کی اہلیت کھو بیٹھیں تو حد جاری نہیں کی جائے گی کیونکہ اثبات جرم میں شبہ لاحق ہوگیا۔ اگر حد جاری کرنے سے پہلے ان کا فاسق ہونا ظاہر ہوگیا تو حد جاری نہیں کی جائے گی۔ اگر اس کے درمیان کوئی واقعہ پیش آگیا جو ان کی شہادت کو مستقبل میں ناقابلِ قبول بنا دیتا ہے تو حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ یہ سب امور اس بات کی دلیل ہیں کہ شہادت اور اجرائے حد کے درمیان ایک مضبوط رشتہ ہے۔ اور یہ رشتہ آخری وقت تک جاری رہتا ہے، منقطع نہیں ہوتا۔ ادائے شہادت میں تاخیر سماعت شہادت کے مانع ہوتی ہے، اور اس کے مطابق فیصلہ کو بھی روکتی ہے، اس لئے فیصلے کے نفاذ میں تاخیر جو اس کا ثمرہ ہے اجرائے حد کے لئے بھی مانع ہے، اور شہادت میں تاخیر کی سماعت کے لئے بھی مانع ہوگی۔

ہماری رائے یہ ہے کہ یہ دلیل اثبات جرم میں شبہ پیدا ہونے پر قائم نہیں ہے۔ بلکہ فیصلہ اور شہادت کے درمیان تعلق و رشتہ پر قائم ہے، کیونکہ ادائے شہادت میں تاخیر شبہ کے موجب ہے۔

لیکن یہ دلیل نتیجہ خیز نہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تنفیذ میں تاخیر شبہ پیدا نہیں کرتی، جیسے ادائے شہادت میں تاخیر شبہ پیدا کرتی ہے۔ ادائیگی شہادت کے بعد فیصلے اور قاضی کے حکم اپنی جگہ ثابت وقائم ہوتے ہیں۔ اور اس فیصلے کو نافذ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

حنفی فقہاء میں سے کمال الدین ابن الہمام نے اس دلیل پر اعتراض کیا ہے کہ تقادم (دیر سے گواہی دینا) سماعت دعویٰ کو ابتداء میں اس لئے باطل کر دیتا ہے کہ اس میں تہمت کا شبہ موجود ہوتا ہے۔ اگر گواہی ہی بلا تقادم (بغیر تاخیر) کے دے دی جائے تو یہ درست ہے، اور اس پر عمل واجب ہوگا۔ اگر بلا تاخیر وسستی کے ان دونوں گواہوں نے گواہی دے دی تو جرم ثابت ہو جائے گا اور اس کے بعد تقادم یعنی تاخیر یا مدت گزرنا ایک صحیح وثابت شدہ امر کو باطل نہیں کر سکتا۔

ابن الہمام کے اس استدال کی توضیح یہ ہے کہ تاخیر کے سبب سماعت دعویٰ کے لئے مانع تھی، اور یہ شبہ گواہوں کے دیر سے گواہی دینے کے سبب پیدا ہوا تھا۔ لیکن گواہی دینے کی مقررہ مدت میں جب انہوں نے گواہی دے دی تو اجرائے حد کے لئے جو چیز مانع تھی وہ زائل ہوگئی، اور اثبات جرم کے بعد اب تاخیر کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اور اس مانع کی علت یعنی تہمت اب زائل ہو چکی، جب مسبب زائل ہو گیا تو مسبب بھی باقی نہیں رہے گا۔

جمہور کی ذلیل پر بہر حال اعتراض کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں اس سلسلے میں بہتر یہ ہے کہ ہم اس طرح استدال کریں کہ تنفیذ حد میں تاخیر سے مجرم کو توبہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے، اور غالب گمان یہ ہے کہ اس نے اس عرصے میں توبہ کر لی ہو، اس کو سزا دینے کا جو فیصلہ ہے اس کا مقصد بھی فی نفسہ اس کو اس جرم سے باز رکھنا ہے۔ لوگ اجرائے حد کے بعد اس جرم سے باز آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سزا (عذاب) دینا نہیں چاہتا، وہ ان کے دلوں کی اصلاح اور ان کے معاشرہ کو پاک کرنا چاہتا ہے۔ ایک مجرم اپنے جرم کا اقرار کرتا ہے۔ لیکن فیصلہ ہونے کے بعد سزا کے اجراء سے پہلے وہ اپنے اقرار سے رجوح کر لیتا ہے اور بھاگ جاتا ہے تو اس پر بھی حد جاری نہیں کی جاتی۔ غالباً جمہور فقہاء نے تنفیذ میں تاخیر کے مسئلے کو اسی مسئلہ پر قیاس کیا ہے۔

وہ تاخیر جو شبہ بن جاتی ہے:

امام ابو حنیفہ نے کسی روایت میں بھی اس تاخیر کی مقدار متعین نہیں کی جو حدود میں سمجھی

جاتی ہے۔ بلکہ انہوں نے مدت کی مقدار کا تعیّن حاکم وقت کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے، کہ تاخیر کے عذر کو رفع کرنے کے لئے وہ جتنی چاہے مدت مقرر کرے۔ امام ابو یوسف نے اپنے شیخ سے یہ قول نقل کیا ہے: ہم نے بہت کوشش کی امام ابوحنیفہ تاخیر کی کوئی مدت مقرر کردیں لیکن انہوں نے ہماری بات کو قبول نہیں کیا، اور اس کی تعیین کو ہر دور میں قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا کہ وہ ہوائے نفس سے پرہیز کرتے ہوئے جتنی تاخیر کے بارے میں یہ سمجھے کہ اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے تو وہ تقادم ہوگا، اور جس تاخیر کے بارے میں وہ یہ نہ سمجھے وہ شبہ نہیں ہوگا۔

اس تعیین کا انحصار رائے اور سبب پر ہے، کیونکہ اس بارے میں لوگوں اور گواہوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں، اور ہر جگہ کے رسم و رواج (عرف) بھی الگ الگ ہوتے ہیں۔ اس لئے اس معاملے کا دارومدار ایسے معاملے میں غور وفکر پر ہوگا جس میں تاخیر ہوتی ہے۔ واقعات بھی بدلتے ہیں، اور ہر شہر کے عرف اور رسم رواج بھی، اس لئے اس تاخیر کی مقدار کا تعیّن بہت مشکل ہے۔ لہٰذا اس کو قاضی کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ایک روایت منقول ہے، اور ان کے قول کے بارے میں یہی بات قابل ترجیح ہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے فقہی اعتبار سے اس مدت کی تعیین نہیں کی لیکن یہ چیز حاکم وقت کیلئے مانع نہیں ہے۔ کہ وہ انتظامی امور کے پیش نظر اس کی تعیین کرے۔ فقہ میں تو صرف اس چیز کی مقدار مقرر کی جاتی ہے، جس کے بارے میں کوئی نص موجود ہو، اور زیر بحث مسئلہ کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ رہے وہ امور جن میں عرف و رواج بدلتے رہتے ہیں، تو حاکم کو یہ اختیار رہے کہ عرف و حالات کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی مدت کی تعیین کرے۔

اس مسئلے میں یہ پہلا قول ہے، اور یہ اس کی انتہا بھی ہے (آخری قول ہے)۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مدت جس میں گواہ یا اقرار کرنے والا تاخیر کرے، اور جو تاخیر شبہ پیدا کرتی ہے، چھ ماہ ہے۔ کمال الدین بن الہمام نے اس تعیین کی وضاحت فتح القدیر میں اس طرح کی ہے۔ تاخیر کی مدت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ امام محمد نے الجامع الصغیر میں اس طرح اشارہ کیا ہے کہ یہ مدت چھ ماہ ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

”فشھدوا بعد حین وقد حبلوہ عند البینۃ ستۃ اشھر علی ماتقدم فی الایمان،،

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

یعنی گواہوں نے ایک مدت گزرنے کے بعد گواہی دی تو ثبوت ملنے کے وقت
اس کو چھ ماہ مقرر کیا ہے، جیسا کہ کتاب الایمان (قسم) میں گزر چکا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ماہ کی یہ تعیین جو امام محمد بن الحسن کی طرف منسوب ہے ان کے الفاظ سے نہیں لی گئی، بلکہ ان کے کلام سے مستنبط کی گئی ہے۔ کیونکہ الفاظ حین جب مطلق بولا جاتا ہے تو اس کے معنی چھ ماہ ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص نے قسم کھائی اور یہ کہا کہ "لایدخل بیتا حینا"، یعنی وہ ایک مدت تک گھر میں داخل نہیں ہوگا، تو اگر قسم کھانے کے چھ ماہ بعد داخل ہوا تو اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا، یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ الا یہ کہ اس کی کچھ اور نیت ہو، یا ایسا کوئی قرینہ موجود ہو جو لفظ حین کے معنی کی تعیین کرتا ہو۔

اس قول کی نسبت امام محمد کی طرف خواہ درست ہو یا نہ ہو، یہ بات بہر حال یقینی ہے کہ یہ احناف کا مسلک ہے۔ امام طحاوی نے بھی اپنی مختصر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور زیلعی نے کہا ہے کہ یہ بات صحیح ہے۔

تیسرا قول:

وہ مدت جس میں تاخیر کا اعتبار اور اس کو شبہ تصور کیا جاتا ہو ایک ماہ ہے۔ جو اس سے کم ہو وہ تاخیر نہیں ہے بلکہ ہر وقت عمل کرنا ہے۔ امام ابو یوسف کا قول ہے اور ایسی ہی ایک روایت امام ابو حنیفہ اور امام محمد سے بھی ہے۔ ان کی دلیل یہ بھی ہے کہ ایک ماہ تعجیل و تاخیر (جلدی و دیر) میں فرق کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ وہ جلدی (عاجلاً) فرض ادا کر دے گا، تو اس پر ایک ماہ میں ادا کرنا واجب ہے۔ اور روایت میں صراحت یہ ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔ فتح القدیر میں بھی یہ قول امام ابو حنیفہ کے طرف منسوب ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ اگر کوئی قاضی گواہوں سے پوچھے کہ کب زنا کیا تھا اور وہ کہیں کہ ایک ماہ سے کم عرصہ گزرا جب زنا کیا تھا، تو اس پر حد جاری کی جائے گی، اگر پورا ایک ماہ کہیں تو اس سے حد ہٹا دی جائے گی۔ ابو العباس ناطفی کہتے ہیں کہ ایک ماہ کی مدت اسی روایت پر مبنی ہے۔ یہ امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول ہے۔

یہ تقادم (تاخیر) جس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اور جس کو وہ شبہ تصور کرتے ہیں سرقہ اور زنا کی حد میں ہے۔ شراب نوشی کی حد میں حنفی مذہب کے ائمہ نے ایک دوسرے پہلو سے

اختلاف کیا ہے۔ امام محمد نے کہا ہے کہ شراب نوشی کی حد میں تقادم کی مدت دوسری حدود کی طرح ایک ماہ ہے کیوں کہ اس میں سقوط حد کا سبب اس بات میں شبہ ہے کہ اس طویل مدت تک خاموش رہنے کے بعد گواہی میں کینہ وعداوت کا گمان یا امکان (مظنہ) ہے اس لئے جب ان سب کا سبب ایک ہو تو ان تینوں حدود میں تاخیر کا حکم یکساں ہے۔ جہاں سبب ایک ہو تو مدت بھی ایک ہی ہوگی۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ شراب نوشی کی حد میں تقادم (تاخیر) شراب کی بدبو چلے جانے سے ثابت ہوتا ہے۔ اور شراب کی بدبو اس کے منہ سے آتی ہے۔ اگر وہ شخص اس حال میں نہیں ہوگا تو حد ثابت نہیں ہوگی۔ نہ صرف یہ کہ یہ ثابت نہ ہوگی، بلکہ شبہ سے ساقط ہو جائے گی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہاں ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے جو موجب حد ہو، کیونکہ ان دونوں ائمہ کے نزدیک موجب حد یہ ہے کہ ملزم کو قاضی کے سامنے اس حالت میں لایا جائے کہ شراب کی بدبو اس کے منہ سے آرہی ہو۔ اس سبب سے شراب نوشی کی حد میں تعجیل (جلدی) اور تاجیل (تاخیر) کے لئے مدت کی تعیین نہیں کی جاسکتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک حد شرب میں یہ شرط نہیں ہے کہ ملزم کو عدالت میں اس حالت میں لایا جائے کہ شراب کی بدبو اس کے منہ سے آرہی ہو۔ بلکہ اس کے لئے بھی وہی عام احکام ہیں جو دوسری حدود کے لئے ہیں۔ ان کے نزدیک اس میں حد جاری کرنے کے لئے کوئی خاص شرط نہیں ہے۔

کسی عذر کے سبب تاخیر ہونا:

وہ تاخیر جو اثبات جرم میں شبہ پیدا کرتی ہے اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ بغیر کسی عذر شرعی و مجبوری کے ہو، کیونکہ عذر سے کینہ وعداوت کا گمان وشبہ (مظنہ) دور ہو جاتا ہے اس لئے کہ عذر شرعی تاخیر کے لئے وجہ جواز ہے۔ اور جب تک وجہ جواز حد کو ساقط کرے۔ اگر تاخیر کسی عذر کے سبب ہوئی مثلاً گواہ بیمار ہو گئے تھے، یا کوئی طویل سفر پیش آ گیا تھا، یا ایسی ہی اور مجبوری تھی، یا جرم ایسے علاقہ میں ہوا تھا جو قاضی کے مستقر (عدالت) سے بہت دور تھا، اور گواہ وہاں تک ایک عرصہ کے بعد پہنچ سکتے تھے تو ان تمام صورتوں میں مدت سفر کم ہو یا زیادہ تقادم تاخیر شمار نہیں ہوگی۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

اگر جرم کا ارتکاب کرنے والا کوئی ایسا شخص ہے جس کا بڑا رعب و دبدبہ ہے، اور گواہ اس رعب و دبدبہ کے سبب گواہی نہ دے سکیں، خواہ اس کی مدت کتنی ہی زیادہ یا کم ہو تو یہ بھی ایک عذر شرعی شمار ہوگا، اور قاضی اس کی تعیین کرے گا۔ اگر جرم کا ارتکاب کرنے والا کوئی بڑا دبدبے والا ظالم حاکم ہو، لوگ اس کے خلاف شہادت دینے سے ڈرتے ہوں کہ کہیں وہ اس کا نشانہ نہ بن جائے، یا کسی پرخطر مقام پر کوئی ایسا چور ہو جس کا زور چلتا ہو، تو یہ صاحب عذر شمار ہوں گے، اور ان کی مدت کی تعیین خود قاضی کرے گا۔ کیونکہ شبہ کا سبب وہ تاخیر ہے جس سے گواہ کو گواہی دینے میں قابل تہمت والزام قرار دیا جائے۔ لیکن مناسب صورتوں میں یہ بات موجود نہیں ہے، اس لئے کہ عذر کی موجودگی میں تاخیر شبہ ختم ہو جاتا ہے، اور اصل اثبات اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔

قدیم فقہی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذر کی مدت متعین نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تعیین قاضی کی صوابدید پر چھوڑی گئی ہے۔ اس کی تقریبی تعیین یہ ہے کہ ہر واقعہ میں اس وجہ جواز کی تعیین الگ الگ ہوگی۔

حد قذف میں تاخیر:

حد قذف میں تاخیر کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ جمہور فقہاء کے نزدیک یہ بندہ کا حق ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے کے یہ خالص بندہ کا حق ہے، اور حقوق العباد میں تاخیر دعویٰ کو ساقط نہیں کرتی۔ حد سرقہ میں شارع نے اس تاخیر کا لحاظ کیا ہے کہ کسی شبہ سے جس میں تاخیر کا شبہ بھی داخل ہے، اگر حد ساقط نہیں ہو جائے تو اس سے مال کی واپسی ساقط نہیں ہوتی، بلکہ مال واپس کرنا واجب ہے۔ گواہوں کی تاخیر سے شہادت کو مال کی نسبت سے قبول کرلیا جائے گا۔ حد قذف میں بندہ کا حق اللہ کے حق سے علیحدہ نہیں ہے۔ اس لئے اس میں تاخیر کے باوجود شہادت اور اقرار دونوں کی سماعت ہوگی۔ کیونکہ بندہ کا حق اس کی عزت کی سلامتی اور اپنے آپ سے تہمت کو دور کرنا ہے۔ اور یہ اس سزا کے بغیر جس کو شارع حکیم نے مقرر کیا ہے ممکن نہیں۔

تاخیر عام طور پر دعویٰ دائر کرنے میں تاخیر کے سبب سے ہوتی ہے، کیونکہ اس میں دعویٰ دائر کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر کسی کو مجرم قرار دیا نہیں جاسکتا۔ جب تک اثبات جرم درست ہے، تو حد کا جاری کرنا واجب ہوگا، کیونکہ اس صورت میں تمام شبہات ختم ہو جاتے ہیں۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

جب دعویٰ دائر کردیا جائے اور قاضی گواہوں کو طلب کرلے لیکن وہ حاضر ہونے میں تاخیر کریں اور یہ تاخیر کسی قابل قبول عذر کے بغیر ہوتو اس تاخیر سے وہ گواہ فاسق ہوں گے۔ اوران پر کینہ اور بغض رکھنے کا الزام لگایا جاسکتا ہے۔ قاضی کے مجلس میں حاضر ہونے میں تاخیر کے بعد گواہ شہادت دینے کے قابل نہیں رہتے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حد سرقہ کے جرائم میں اگر گواہی میں تاخیر اس شخص کے دعویٰ دائر کرنے میں تاخیر سے ہو جس کی چوری ہوئی ہے، لیکن جب گواہوں کو گواہی کے لئے بلایا جائے گا تو وہ بغیر کسی پس وپیش کے گواہی دے دیں تو کیا ان کی یہ تاخیر حد کو ساقط کرنے کے لئے شبہ سمجھی جائے گی۔ ظاہر ہے کے اس جزء میں سرقہ کو قذف کی مانند سمجھا جائے گا کیونکہ اس صورت میں ان پر کوئی الزام عائد نہیں کیا جاسکتا۔ آخر بغیر دعویٰ دائر کئے وہ شہادت کیسے دیتے اور حد تو دعویٰ ہی سے ثابت ہوتا ہے۔ تاہم یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ سرقہ کے جرم میں دعویٰ دائر کرنے میں تاخیر فی نفسہ شبہ کا باعث ہے، سوائے اس کے کہ اس تاخیر میں کوئی معقول عذر ہو۔

جیسے اثبات جرم میں تاخیر حد جاری کرنے کو نہیں روکتی کیونکہ اس میں بندوں کا حق ہے۔ اسی طرح نفاذ سزا میں تاخیر بھی اجرائے حد کے لئے مانع نہیں اور یہ بھی بندوں کے حق کے سبب سے ہے، جیسا کہ ہم ثابت کرچکے ہیں۔ قذف میں بندے کا حق سرقہ میں بندہ کے حق کی طرح نہیں ہے، کیونکہ سرقے میں بندے کا حق مال سے متعلق ہوتا ہے، اور یہ کسی وقت بھی واپس کیا جاسکتا ہے۔ لیکن قذف میں بندہ کا حق اس کی عزت وآبرو سے متعلق ہوتا ہے، سرقہ میں تو بندہ کا حق ادا کرنے کو اکھٹا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن قذف میں یہ ممکن نہیں ہے، کیونکہ بندہ کا حق بغیر مقررہ سزا دیے ہوئے ادا ہی نہیں ہوسکتا۔ قذف میں دونوں حقوں کو سرقہ کی طرح جدا نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ اعلم

کسی عذر کے سبب تاخیر ہونا:

وہ تاخیر جو اثبات جرم میں شبہ پیدا کرتی ہے اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ بغیر کسی عذر شرعی ومجبوری کے ہو، کیونکہ عذر سے کینہ وعداوت کا گمان وشبہ (مظنہ) دور ہو جاتا ہے اس لئے کہ عذر شرعی تاخیر کے لئے وجہ جواز ہے۔ اور جب تک وجہ جواز حد کو ساقط کرے۔ اگر تاخیر کسی عذر کے سبب ہوئی مثلاً گواہ بیمار ہو گئے تھے، یا کوئی طویل سفر پیش آگیا تھا، یا ایسی ہی اور مجبوری تھی، یا جرم ایسے علاقہ میں ہوا تھا جو قاضی کے مستقر (عدالت) سے دور تھا، اور گواہ وہاں تک ایک عرصہ کے بعد

پہنچ سکتے تھے تو ان تمام صورتوں میں مدت سفر کم ہو یا زیادہ تقادم تاخیر شمار نہیں ہوگی۔

اگر جرم کا ارتکاب کرنے والا کوئی ایسا شخص ہے جس کا بڑا رعب ودبدبہ ہے، اور گواہ اس رعب ودبدبہ کے سبب گواہی نہ دے سکیں، خواہ اس کی مدت کتنی ہی زیادہ یا کم ہو تو یہ بھی ایک عذر شرعی شمار ہوگا، اور قاضی اس کی تعین کرے گا۔ اگر جرم کا ارتکاب کرنے والا کوئی بڑا دبدبے والا ظالم حاکم ہو، لوگ اس کے خلاف شہادت دینے سے ڈرتے ہوں کہ کہیں وہ اس کا نشانہ نہ بن جائے، یا کسی پر خطر مقام پر کوئی ایسا چور ہو جس کا زور چلتا ہو، تو یہ صاحب عذر شمار ہوں گے، اور ان کی مدت کی تعین خود قاضی کرے گا۔ کیونکہ شبہ کا سبب وہ تاخیر ہے جس سے گواہ کو گواہی دینے میں قابل تہمت والزام قرار دیا جائے۔ لیکن مناسب صورتوں میں یہ بات موجود نہیں ہے، اس لئے کہ عذر کی موجودگی میں تاخیر شبہ ختم ہو جاتا ہے، اور اصل اثبات اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔

قدیم فقہی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عذر کی تعین نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تعین قاضی کی صوابدید پر چھوڑی گئی ہے۔ اس کی تقریب تعیین یہ ہے کہ ہر واقعہ میں اس وجہ جواز کی تعین الگ الگ ہوگی۔

دینی مدارس کے درجہ عالمیہ سے
فراغت پانے والے طلبہ کی توجہ کے لئے

آپ نے درجہ عالمیہ کے امتحان کے لئے ایک تحقیقی مقالہ لکھا ہوگا، اگر وہ کسی فقہی معاملہ پر ہے اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ شائع ہو اور لوگ اس سے استفادہ کریں، تو آپ اپنے مقالہ کی کاپی ہمیں ارسال فرمائیں......

اگر مقالہ تحقیقی اعتبار سے معیاری ہوا تو ہم اسے شائع کرنے کی ذمہ داری لیتے ہیں...............اور اگر آپ ہمیں اس کی سی ڈی بھجوادیں تو آپ نے کمپوزنگ وغیرہ پر جو رقم صرف کی ہو وہ بھی ہم ادا کردیں گے...... (مجلس ادارت مجلہ فقہ اسلامی)

نصوص کی تطبیق کے سبب شبہ:

نصوص اور ان کی تعبیر کے بارے میں گفتگو کرتے وقت ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ تطبیق کا دائرہ کتنا تنگ ہے۔ پچھلی گفتگو میں ہم ایسی مثالیں پڑھ چکے ہیں کہ بعض اوقات جرم کا اطلاق حقیقی واقعات پر ہوتا ہے۔ اس کے باوجود مجرم پر حد جاری نہیں کی جاتی، کیونکہ یہاں یہ شک ہوتا ہے کہ آیا یہ واقعہ ان واقعات میں شامل بھی ہے یا نہیں جن پر ان نصوص کا اطلاق ہوتا ہے۔ ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ زنا کے جرم میں گواہ اگر صاف لفظوں میں بغیر کسی احتمال کے گواہی دیں، یا اقرار کرنے والا صاف لفظوں میں جن میں کوئی شک وشبہ نہ ہو اقرار نہ کرے، تو اس پر حد جاری نہیں ہوتی، حالانکہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جرم وقوع پذیر ہوا ہے، اور اس پر دلیلیں بھی قائم ہیں، بلاشک یہ ایسے شبہات ہیں جن کا تعلق تطبیق نصوص سے ہے اور یہ سب اس سبب سے ہے کہ شبہات کے سبب حد کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ جتنا ممکن ہو شبہات کے سبب حدود کو ہٹا دیا جائے، اس وجہ سے بہت سے مسائل میں تطبیق کا دائرہ تنگ ہو گیا ہے۔ ان میں سے بعض مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) زنا کے معاملے میں اقرار کرنے والے شخص یا گواہ کے شک واضح طور پر یہ نہ بتائیں کہ مرد نے عورت کی اگلی شرمگاہ میں اس طرح فعل کیا تھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے تو اس صورت میں حد جاری نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہاں اس واقعہ پر نص کے اطلاق میں شک پیدا ہوتا ہے۔

(ب) حد قذف کے معاملے میں امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور بہت سے حنبلی فقہاء نے یہ کہا ہے کہ تعریض (اشارہ و کنایہ) کی صورت میں حد قذف جاری نہیں کی جاسکتی چاہے تعریض اتنی واضح ہو کہ معمولی غور سے یا بغیر غور ہوئے زنا کی تہمت اس سے سمجھی جاسکتی ہو، اس کا سبب یہ ہے کہ حد کو دور کرنے والے شک وشبہ کے ساتھ حد کو جاری نہ کیا جائے، چاہے وہ شبہ کتنا بھی ضعیف ہو۔

(ج) لِعان کے بارے میں فقہاء نے یہ کہا ہے کے اگر کسی شخص کی بیوی غیر مسلم (کتابیہ) ہو یا اس سے پہلے وہ زنا کا ارتکاب کر چکی ہو اور اس پر حد جاری ہو چکی ہو اور اس کا خاوند اپنی اس بیوی پر زنا کی تہمت لگا دے تو اس پر لِعان نہیں ہے۔ حالانکہ لعان نص سے ثابت ہے۔ لیکن یہ رائے بعض فقہاء کی ہے۔ اس لئے لعان بھی ہوسکتا ہے۔

(د) شبہات کے سبب حد سرقہ میں بھی تطبیق کا دائرہ بہت تنگ ہوگیا ہے۔ ذیل میں ہم ان کی کچھ مثالیں دیتے ہیں:

(الف) جو شخص بیت المال سے خفیہ طور پر مال لے جائے، تو اکثر فقہاء نے اس پر حد سرقہ کا اطلاق نہیں کیا، کیونکہ اس میں اس شخص کا اپنا حق ہونے کا شبہ موجود ہے۔

(ب) مال غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص غنیمت میں سے مال لے لے تو بعض فقہاء نے اس پر بھی حد سرقہ کا اطلاق نہیں کیا، کیونکہ اس کی ملکیت کا اس کا شبہ موجود ہے۔

(ج) اگر کوئی قریبی رشتہ دار (ذی رحم محرم) اپنے دوسرے قریبی رشتہ دار (جن سے نکاح جائز نہیں ہے) کی چوری کرلے تو اکثر فقہاء کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں ہوگی کیونکہ اس میں بھی اس کے حق کا شبہ موجود ہے۔

(د) جمہور فقہاء کے نزدیک شوہر اور بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کی چوری کرلے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ اس پر حرز ثابت نہیں ہے۔

(۵) حنبلی فقہاء کے نزدیک قحط کے زمانے میں اشیائے خوردنی کی چوری پر حد سرقہ کا اطلاق نہیں ہوگا اور انہوں نے یہ حکم عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فرمان سے نکالا ہے۔ ان کے زمانہ خلافت میں حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے ایک اونٹنی چوری کرلی تھی اور اس کو ذبح کر کے گوشت بھون کر کھالیا تھا۔ یہ واقعہ قحط کے زمانہ میں ہوا تھا۔ اس سال کو عام المجاعہ یعنی بھوک اور فقر وفاقہ کا سال کہتے ہیں۔

جو لوگ اسلامی حقائق کی باریکیوں کو نہیں سمجھتے ان کا خیال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے حد سرقہ کو ساقط کردیا تھا یہ بات درست نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو وہ خلیفہ تھے جن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اللہ تعالی نے حق کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی زبان وقلب پر لکھ دیا تھا۔ وہ اپنی روشن بصیرت سے اس بات کو بھانپ گئے تھے کہ ان کے زمانے میں ان خاص حالات میں چوری پر اس نص کا اطلاق نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے اس نص کو ساقط نہیں کیا تھا بلکہ اپنی باریک بینی سے اس کے مقصد ومنشاء پر عمل کیا تھا۔ کیوں کے جو لوگ قحط کے زمانے میں اشیائے خوردنی (طعام) کی چوری کرتے ہیں تو اضطرار ومجبوری کی حالت میں ان سے یہ فعل سرزد ہوتا ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ ضرورتیں امور ممنوع کو بھی جائز کردیتی ہیں۔

(الضرورات تبیح المخطورات)۔ اور جو شخص جرم کا ارتکاب اضطرار و مجبوری کی حالت میں کرے تو اس پر حد جاری نہیں کی جاتی۔ بلکہ اس میں اختیار ضروری ہے اور کھانا دیکھنے کے بعد ایک بھوکے کے لئے کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔

اگر ہم یہ کہیں کہ قحط کے زمانے میں ضرورت یا شبہ ضرورت کی بناء پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حد جاری کر کے نص کی مخالفت کی تو ہم ان فقہاء کی رائے کے بارے میں کیا کہیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی مہمان اپنے میزبان کی چوری کرے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی، یا اس شخص پر وہ حد جاری نہیں کرتے جو کسی کے گھر میں چوری کرے اور باہر نکلنے سے پہلے پکڑا جائے یا جو لوگ قبرستان سے مردوں کا کفن چراتے ہیں ان پر وہ بھی حد جاری کرنے سے منع کرتے ہیں؟ کیا ہم یہ کہیں گے کے انہوں نے حدود کو ساقط کر دیا، اور اس طرح نصوص کو مہمل و بیکار بنا دیا؟ ہمیں یہ کہنا چاہیے کے انہوں نے نص کو ساقط نہیں کیا، اور نہ ہی حد کو مہمل بنایا، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کے انہوں نے مکمل طور پر نصوص کا اطلاق کیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کیا ہے: حدود کو اپنی طاقت بھر شبہات سے دور کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زنا کا اقرار کرنے والے شخص کے لئے اپنے اقرار سے باہر نکلنے کا دروازہ کھولا تھا تو کیا آپ نے نص کی مخالفت کی تھی؟

یہ سزائیں بڑی سخت نوعیت کی ہیں جیسے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں اور ان سخت قسم کی سزاؤں کا مقصد مجرموں کو ڈرانا اور خوفزدہ کرنا ہے۔ اس لئے ان کی تطبیق کا دائرہ بھی نہایت تنگ ہے اور ان کا قانون میں شامل ہونا ہی مجرموں کو خوفزدہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

زنا اور سرقہ کے جرائم پوشیدہ طور پر کیے جاتے ہیں اور ان جرائم میں لوگوں کو خوف زدہ کرنا اس لئے ضروری ہے کہ وہ ان سے باز رہیں اور سزا کی سختی کا تصور کر کے ایسے موقع سے دور رہیں۔ صرف ایک ہی تصور بہتوں کو ان سے دور کرنے کے لئے کافی ہے۔

شبہات کے درجے:

قوت کے لحاظ سے شبہات ایک ہی درجے کے نہیں ہیں۔ ان میں سے کچھ قوی شبہات ہیں، اور کچھ ضعیف۔ اس لئے یہ ضروری ہوگا کے ہم ان کے نتائج کے لحاظ سے قسموں میں تقسیم کر دیں۔ قوی شبہات جرم کے وصف کو ہی ختم کر دیتے ہیں۔ اور وصف جرم ختم ہونے کے نتیجہ میں سزا بھی قطعی

طور پر ختم ہو جاتی ہے اور ضعیف شبہات وصف جرم کو ختم نہیں کرتے لیکن حد کو ساقط کر دیتے ہیں۔

جن شبہات کا دلیل سے تعلق ہے وہ سب کے سب قوی ہیں۔ کیونکہ اس شبہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حرمت بعض صورتوں میں ثابت نہیں ہے اور یہی حکم ان شبہات کا بھی ہے جو مِلک سے متعلق ہیں۔ جو شخص اپنے بیٹے کا مال لے اس میں شبہ قوی ہے۔ یہ اس حیثیت سے ہے کے شبہ وصف سرقہ کو ختم کر دیتا ہے۔ اور جو شخص اپنے بیٹے کی باندی کے ساتھ صحبت کرے اس کا یہ عمل مِلک میں شبہ کی وجہ سے زنا نہیں سمجھا جائے گا۔ جو شخص ایسا نکاح کرے جس کے فاسد ہونے میں اختلاف ہو، اس کی صحبت کرنے کو زنا نہیں سمجھا جائے گا، کیونکہ اس میں قوی شبہ ان لوگوں کی دلیل کی بنا پر موجود ہیں جو اس نکاح کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کے شبہ کی دلیل اور شبہ مِلک دونوں قوی شبہات ہیں اور دونوں وصف زنا ہی کو ختم کر دیتے ہیں۔ رہا حق کا شبہ تو اس کی مقدار حق کے قوی و ضعیف ہونے کی مقدار پر مبنی ہے۔ مالِ غنیمت تقسیم ہونے سے پہلے جو شخص اس میں اپنا حصہ لے لے، تو یہ شبہ قوی ہوگا اور وصف سرقہ کو ہٹا دے گا۔ لیکن اس سے ایک ایسا فعل سرزد ہوا ہے جس کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ اس میں مال غنیمت میں خیانت کا شبہ ہے اور غنیمت میں خیانت ممنوع ہے۔

ایک نظام کا تقاضا یہ ہے کہ تقسیم غنیمت کا کوئی شخص ذمہ دار یا اس کا نائب ہو، جو حقوق کی تقسیم کرے، اور ہر حق والے کو اس کا حق دے۔

اگر حق قوی نہ ہو، جیسے کسی قریبی رشتہ دار (ذی رحم محرم) کا دوسرے رشتے دار کے مال میں حق (باپ بیٹے، میاں بیوی) تو یہ حق قوی نہیں۔ اس صورت میں شبہ بھی قوی نہیں ہوگا بلکہ یہ ضعیف شبہ ہوگا۔ اور یہ وصف سرقہ کو نہیں ہٹا سکتا۔

رہا وہ شبہ جو لاعلمی کی وجہ سے ہو، تو اس میں اختلاف لاعلمی یا واقفیت کے بارے میں امکان یا گمان میں اختلاف پر مبنی ہے۔ اگر لاعلمی کا گمان قوی ہے تو شبہ بھی قوی ہوگا، اور ضعیف ہے تو شبہ بھی ضعیف ہوگا۔ مگر ایک شخص دارالاسلام سے باہر اسلام قبول کرتا ہے اور کسی حرام فعل کا مرتکب ہوتا ہے، تو یہاں لاعلمی کا گمان یا امکان (مظنہ) قوی ہے، اس لئے شبہ بھی قوی ہوگا، کیونکہ دارالاسلام سے باہر فعل حرام سے ناواقفیت و ثابت ہے۔ اسی طرح کوئی شخص دارالحرب میں مسلمان ہوتا ہے، اور تھوڑے عرصے بعد ہی وہ کسی حرام فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو اس پر بھی بدرجہ اولیٰ حد جاری نہیں کی جائے گی، اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو آبادی سے دور جنگل بیابان میں مسلمان ہو، اور

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

محرمات سے ناواقف ہو۔ اور اپنے مقام پر اس کا ناوقفیت کا دعویٰ کرنا اس شخص کی طرح ہے جو یہ دعویٰ کرے کے وہ حرمت رضاعت سے ناواقف تھا۔ یہ شبہ اس لئے قوی ہے کے یہ شخص مسلمان کی آبادی سے بہت دور جنگل میں زندگی بسر کرتا ہے۔ یہاں بھی محرمات سے ناواقفیت کا موقع گمان (مظنہ) قائم وثابت ہے۔ اور یہی حکم اس شخص کا ہے جو دارالاسلام اور مسلمان کی آبادی میں نیا نیا ایمان لایا ہو۔ یہ سارے احکام اس صورت میں ہیں جب کلی امور میں اصل حرمت کے بارے میں ناواقفیت ہو تو شبہ قوی ہوگا۔ جیسے کسی شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی بار دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ یہ لاعلمی ہمیشہ محل عذر سمجھی جائے گی۔ امام شافعی نے فرمایا ہے کہ اگر ایک مسلمان بعض فروع جزئیات سے ناواقف ہوتو اس کی گنجائش ہے۔

اگر ناواقفیت اصل حرمت میں نہ ہو بلکہ سبب حرمت میں ہو، اور ناواقفیت کا موقع گمان یا امکان (مظنہ) بھی موجود ہو، تو یہ حرام رشتہ کے وجود سے ناواقفیت کی طرح ہے۔ جیسے کوئی ایک شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرے، جس کے بارے میں اسے یہ علم نہیں کہ وہ اس کی دودھ شریک بہن ہے، لیکن اس کے بعد اس کو اس کا علم ہو، تو یہ ایک ایسی ناواقفیت ہے جس میں اس کو معذور سمجھا جائے گا، لیکن ناواقفیت کے سبب ایسا شبہ جس میں ناواقف شخص کو معذور نہیں سمجھا جاتا وہ ضعیف ہے۔

اگر اثبات جرم عادل گواہوں سے ہو، اور اس میں شبہ واقع ہو، تو یہ ضعیف شبہ کی قبیل سے سمجھا جائے گا اور ضعیف شبہ وصف جرم کو نہیں مٹاتا۔ اس طرح شبہ تطبیق بھی وصف جرم کو نہیں مٹاتا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کفن چور کی حد شبہ کے سبب ساقط ہوجاتی ہے تو یہ شبہ ضعیف ہے، قوی نہیں ہے۔ اگر مہمان اپنے میزبان کی چوری کرلے، اور حرز ثابت نہ ہونے کے سبب اس سے حد ساقط ہو جائے تو یہ شبہ ضعیف ہے۔

شبہات کے اثرات ونتائج:

فوری شبہ وصف مٹا دیتا ہے، تو اس کا مرتکب حرام فعل کا مرتکب نہیں ہوگا، بلکہ اس میں حرمت محض ظاہری ہوگی۔ اور درحقیقت یہ معاف کرنے کے درجے میں ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا مواخذہ انہی گناہوں پر کرتا ہے جن کی حرمت کا علم ان کی طاقت میں ہے۔ اگر ان کی حرمت کے بارے میں کوئی موقع گمان (مظنہ) یا شبہ ہو، تو مواخذہ نہیں کرتا۔ تاہم اگر سرقہ میں حد

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ساقط بھی ہو جائے اور قوی شبہ کے سبب ہو، تب بھی مال کا واپس کرنا واجب ہے، کیونکہ حد کا سقوط اللہ کے حق کے سبب سے تھا لیکن مال تو بندہ کا حق ہے۔ اس لئے مالک کی رضا مندی کے بغیر یہ قبول نہیں ہوسکتا۔

ان جرائم میں جو سرقہ کے علاوہ ہیں شبہ سے اس فعل کے ارتکاب سے وہی نتائج و اثرات مرتب ہوں گے جو حلال فعل کے ارتکاب سے ہوتے ہیں۔ ایک شخص کسی عورت کے ساتھ صحبت کرتا ہے، اور یہ کوئی ایسی صورت ہے جس میں شبہ قوی ہوتا ہے تو نسب بھی ثابت ہوگا، عدت بھی واجب ہوگی، اور عدت واجب ہونے کی صورت میں جو نتائج مرتب ہوتے ہیں وہ مرتب ہوں گے اور اس سبب سے جن عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے وہ حرام ہوں گی، جیسے اس عورت کی بہن، یا اگر چار بیویاں تھیں تو عدت کے دوران پانچویں عورت سے شادی کرنا حرام ہوگا۔ اس طرح دیگر اثرات مرتب ہوں گے۔

اگر شبہ قوی ہو تو کوئی سزا نہیں دی جاسکتی، نہ حد نہ تعزیر کیونکہ جب وصف جرم ہی ختم ہوگیا تو اب سزا کیسی۔ اس لئے کوئی سزا نہیں ہوگی۔

اگر شبہ ضعیف ہو تو یہ حد کو ساقط کرتا ہے، لیکن وصف جرم کو نہیں مٹاتا۔ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس صورت میں حرمت باقی رہتی ہے۔ اور اگر حد کی سزا ساقط ہوگی تو اس سے آگے تعزیر کی سزا ہے۔ اب سزا متعین سزا سے غیر متعین سزا کی طرف منتقل ہو جائے گی۔

اگر ایک شخص ایک ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرے، جس کے ساتھ نکاح کرنا اس کے لئے حرام ہو اور نکاح کے بعد اس کے ساتھ صحبت کرے، اور اس کی حرمت سے وہ ناواقف نہ ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہاں صرف صورت نکاح (ظاہری نکاح) کا شبہ ہے، اس لئے حد ساقط ہو جائے گی، لیکن اس پر تعزیر واجب ہوگی، اور تعزیر بھی سخت ہوگی۔

جو شخص اپنے میزبان کی چوری کرے تو اس سے حد ساقط ہو جائے گی، لیکن اس پر شدید قسم کی تعزیر واجب ہوگی۔ جو شخص بیت المال سے چوری کرلے تو اس ضعیف شبہ کی وجہ سے اس سے حد ساقط ہو جائے گی، تعزیر واجب ہوگی۔

اس طرح اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت سے نکاح کرلے جو ہمیشہ کے لئے اس پر حرام تھی۔ اور حرمت سے ناواقفیت کا دعویٰ کرے، لیکن ناواقفیت کا یہ دعویٰ ایسے موقع یا مقام پر ہو جہاں

اس سے ناواقفیت کا کوئی گمان بھی نہ کیا جاسکتا ہو۔ تو بعض فقہاء کے نزدیک اس سے حد ساقط ہوجائے گی، لیکن تعزیر واجب ہوگی جس کا وہ دعویٰ کررہا ہے۔ اس شبہ نے وصف زنا کو نہیں مٹایا، اس لئے جرم باقی رہا۔ لیکن اس کی سزا ہلکی ہوگی۔ کوئی جرم ایسا نہیں ہے کہ جس کا اثبات ممکن ہوا اور اسے بغیر سزا کے چھوڑ دیا جائے۔

اپنے پیاروں کو عالم بناؤ..........اپنا پیارا ملک بچاؤ

بغیر علم کے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی..........دنیاوی علم اللہ کی معرفت عطا نہیں کرتا

یہ دینی علم ہی کی شان ہے کہ وہ اللہ سے ملاتا ہے..........دنیاوی علم محض وسیلۂ روزگار ہے۔

علماء کی قدر کیجئے..........عالم بنئے..........جاہل رہنے پر قناعت مت کیجئے۔

تحریکِ فروغ علم

جدید فقہی مسائل اور ان کا مجوزہ حل

ترتیب وتدوین: ڈاکٹر عبدالستار ابو غدہ اردو ترجمہ: ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

نظر ثانی واشاعت: ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

450 صفحات، قیمت 300 روپے عمدہ ایڈیشن

ناشر: ماڈرن اسلامک فقہ اکیڈمی کراچی

پوسٹ بکس نمبر 17777 گلشن اقبال کراچی

غلط اندازِ فکر اور غلط ترجمہ کی آفات

حضرت علامہ سید محمد ذاکر حسین شاہ صاحب سیالوی کی تازہ تصنیف شائع ہوگئی ہے......

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆